تعمیر بیت اللہ

کے

تیئیس ۲۳ عظیم الشّان مقاصد

خطبات

حضرت امیر المومنین حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث
امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تعارف

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے گذشتہ دنوں "حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیت اللہ کی ازسرِ نو تعمیر کے تیئیس عظیم الشان مقاصد" اپنے خطبات میں بیان فرمائے تھے اور ان مقاصد کے بیان کی غرض یہ تھی کہ تا اُمّتِ مُسلمہ کے سامنے ہر لحظہ یہ مقاصد مدِّنظر رہیں اور اُمّتِ محمدیّہ کا ہر فرد ان مقاصد کو پُورا کرنے میں پوری جد و جہد کرے۔

یہ خطبات چھپوا کر احباب کی خدمت میں پیش ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ وہ ان خطبات کا مطالعہ کرے، ان میں بیان شدہ مضامین کو ذہن میں مستحضر رکھے اور پُوری کوشش کرے کہ تعمیر بیت اللہ کے مقاصد ہمارے ذریعہ پُورے ہوتے رہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰه

خاکسار

ناظر اصلاح وارشاد، ربوہ (مغربی پاکستان)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے ذریعہ

بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر

کے

تیئس ۲۳ عظیم الشّان مقاصد

خطبہ جمعہ، فرمودہ ۳۱ مارچ ۱۹۶۷ء

بمقام مسجد مبارک، ربوہ

"اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیت اللہ کی ازسرِ نو تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ اور ان کی نسل ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کر کے ان ذمہ داریوں کو نباہیں گے جو بیت اللہ کی تعمیر سے تعلق رکھتی ہیں اور تدبیر اور دعا سے یہ کوشش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل کو توفیق عطا کرے کہ جب خدا تعالیٰ کا آخری شارع نبی دنیا کی طرف مبعوث ہو تو وہ اسے قبول کریں اور اسلام کے قبول کرنے کے بعد جو انتہائی قربانی اس قوم کو خدا تعالیٰ کے نام کے بلند کرنے کے لیے دینی پڑے وہ قربانی خدا تعالیٰ کی راہ میں دیں۔

بیت اللہ کے ساتھ بہت سی اغراض اور بہت سے مقاصد وابستہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ہمیں نظر آتا ہے اور جن کا تعلق حقیقۃً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہے۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تشہّد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ إِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ
عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ
اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۹۷-۹۸)

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا ۗ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِيْمَ
مُصَلًّى ۗ وَعَهِدْنَآ إِلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْمٰعِيْلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ
وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا
بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ أَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهٗٓ إِلٰى
عَذَابِ النَّارِ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ
مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيْلُ ۗ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۗ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً
مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۗ

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (البقرہ ۱۵۰)

اس کے بعد فرمایا :

مَیں نے اپنے اِس مضمون کو عیدالاضحیہ کے روز شروع کیا تھا اور بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ بیتُ اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے یہ عہد لیا کہ وہ اور اُن کی نسل ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگیوں کو وقف کر کے ان ذِمّہ داریوں کو نباہیں گے جو بیت اللہ کی تعمیر سے تعلّق رکھتی ہیں اور تدبیر اور دُعا سے یہ کوشش کریں گے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی نسل کو توفیق عطا کرے کہ جب خدا تعالیٰ کا آخری شارع نبی دنیا کی طرف مبعوث ہو تو وہ اُسے قبول کریں اور اسلام کے قبول کرنے کے بعد جو انتہائی قربانی اس قوم کو خدا تعالیٰ کے نام کے بلند کرنے کے لیے دینی پڑے وہ قربانی خدا تعالیٰ کی راہ میں دیں۔

مَیں نے بتایا تھا کہ بیت اللہ کے ساتھ بہت سی اغراض اور بہت سے مقاصد وابستہ ہیں جن کا ذکر قرآنِ کریم میں ہمیں نظر آتا ہے اور جن کا تعلق حقیقۃً نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بعثت سے ہے۔ یہ آیات جو مَیں نے ابھی تلاوت کی ہیں جب ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں مندرجۂ ذیل مقاصد نظر آتے ہیں جن مقاصد کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی از سرِ نو تعمیر کروائی اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور اُن کی نسل سے قریباً اڑھائی ہزار سال تک وہ قربانیاں لیتا چلا گیا۔

پہلی غرض وُضِعَ لِلنَّاسِ میں بیان ہوئی ہے ، دوسری مُبٰرَكًا میں۔ تیسرے هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ میں ایک مقصد بیان ہُوا ہے۔ چوتھے اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ ، پانچویں مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ، چھٹے مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ، ساتویں وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ، آٹھویں جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ ، نویں وَاَمْنًا ، دسویں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ، گیارھواں مقصد طَهِّرَا بَيْتِيَ میں بیان کیا گیا ہے ، بارھواں مقصد طَآئِفِيْنَ کے لفظ میں ہے ، تیرھواں مقصد عٰكِفِيْنَ کے لفظ میں بیان ہوا ہے ، چودھواں مقصد وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ پندرھواں مقصد رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا میں بیان ہُوا ہے ، سولھواں مقصد

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ میں بیان کیا گیا ہے، سترھواں مقصد رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا میں بیان ہوا ہے، اٹھارھوں مقصد اَلسَّمِیْعُ کے اندر بیان ہوا ہے، انیسواں مقصد اَلْعَلِیْمُ کے اندر بیان ہوا ہے، بیسواں مقصد وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ میں بیان ہوا ہے، اکیسواں مقصد وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا میں بیان ہوا ہے اور بائیسواں مقصد وَتُبْ عَلَیْنَا میں بیان ہوا ہے۔ اور تیئیسواں مقصد رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ وہ پہلا گھر جو لِلنَّاسِ وضع کیا گیا ہے، بنایا گیا ہے مکّہ میں ہے۔ مختلف روایات اور قرآن کریم کی آیات میں جو مفہوم مختلف جگہوں میں بیان ہوا ہے اس سے میرے ذہن نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب ہمارے آدمؑ کی پیدائش اور بعثت ہوئی (میں نے ہمارے آدم کے الفاظ اس لیے استعمال کیے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ لاکھ کے قریب آدم اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں جو آدم سے پہلے گزرے تھے۔ اُن کی اولاد میں سے بعض کو اولیائے اُمّت رحمہم اللہ نے اپنے کشف میں دیکھا بھی ہے جس کا اُنھوں نے اپنی کُتب میں ذکر کیا ہے) اُس وقت دنیا ایک مختصر سے خطّہ میں آباد تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے سب انسانوں کے لیے اپنی حکمت کاملہ سے آدم پر یہ وحی فرما کر بیت اللہ کی تعمیر کروائی، ایک گھر بنوایا اور اُس گھر کو تمام بنی نوعِ انسان کے ساتھ متعلّق کر دیا، جو اُس آدم کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن بعد میں جب یہ نسل بڑھی اور پھیلی اور دنیا کے مختلف خطّوں کو انھوں نے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی روحانی اور ذہنی نشو و نما کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہر قوم اور ہر خطّہ میں علیحدہ علیحدہ نبی بھیجنے شروع کیے، تا اُن کو ان راہوں پر چلانے کی کوشش کریں جن راہوں پر چل کر خدا تعالیٰ کا ایک بندہ اپنی استعداد کے مطابق عبودیّت کی ذمّہ داریوں کو نباہ سکتا ہے اور احادیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اس دنیا میں ایک لاکھ سے اوپر انبیاء گزرے ہیں، تو جس آدم کی اولاد اس طرح منتشر اور متفرّق ہو گئی تھی علیحدہ علیحدہ قوم بن گئی تھی، جن کے اپنے اپنے نبی تھے انھوں نے اس گھر کی طرف توجّہ دینی چھوڑ دی، جو خدا کا گھر اور تمام بنی نوعِ انسان کے لیے کھڑا کیا گیا تھا اور اس سے اس قدر بے توجّہی برتی کہ حوادثِ زمانہ کے نتیجہ میں اور مرمّت اور آبادی نہ ہونے کی وجہ سے اس گھر بیت اللہ کے نشان تک مٹ گئے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا یہ منشا پورا ہونے کا وقت آیا کہ پھر تمام دنیا عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ جمع

کردی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو از سرِ نو تعمیر کرنے اور اس گھر کی حفاظت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کو وقف کر دینے کا فیصلہ کیا تا ایک قوم اس بیت اللہ سے تعلّق رکھنے والی ایسی پیدا ہو جائے جن کے اندر وہ تمام استعدادیں پائی جاتی ہوں، جو اُس قوم میں پائی جانی چاہئیں جو محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن کریم کی پہلی مخاطب ہو۔ چنانچہ اڑھائی ہزار سال تک دعاؤں کے ذریعہ سے اور وقف کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم تیار ہوئی جو اگر خدا تعالیٰ کی بن جائے تو اس کے اندر تمام وہ استعدادیں پائی جاتی تھیں جن سے وہ روحانی میدانوں میں بنی نوع انسان کی راہ نمائی اور قیادت کر سکے اور چونکہ یہ استعدادیں اور قوتیں اپنے کمال کو پہنچ چکی تھیں، ان کے غلط استعمال سے فتنہ عظیمہ بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ اس لیے جب تک وہ گمراہ رہے انھوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شدّت سے مخالفت کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ایذا پہنچائی کہ پہلی کسی اُمّت نے اپنے نبی کو اس قسم کی ایذا نہیں پہنچائی۔ غرض ان کے اندر استعدادیں بڑی تھیں۔ ایک وقت تک وہ چھپی رہیں۔ ایک وقت تک شیطان کا ان پر قبضہ رہا لیکن جب وہ سوئی ہوئی استعدادیں بیدار ہوئیں اور انھوں نے اپنے ربّ کو پہچانا تو دنیا نے وہ نظّارہ دیکھا کہ اس سے قبل کبھی بھی انسان نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس قسم کی قربانیوں کا نظّارہ نہیں دیکھا تھا۔ غرض یہ وہ قوم تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں اور ان کی دعاؤں اور ان کی نسل کی قربانیوں اور ان کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔

غرض وُضِعَ لِلنَّاسِ کا مفہوم حقیقی معنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ تعلّق رکھتا ہے۔ جیسا کہ تمام اغراض و مقاصد جو بیت اللہ سے متعلق ہیں وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہی تعلّق رکھنے والے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ میں اس گھر کی جو میرا گھر ہے از سرِ نو تعمیر ان اغراض کے پیش نظر کروا رہا ہوں اور اس کے لیے تمہیں قربانیاں دینی پڑیں گی۔

غرض پہلا مقصد جس کا تعلّق بیت اللہ سے ہے یہ ہے کہ یہ بیت اللہ وہ سب سے پہلا خدا کا گھر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے دینی اور دُنیوی فوائد رکھے ہوئے ہیں۔ وُضِعَ لِلنَّاسِ یعنی تمام لوگوں کی بھلائی کے لیے اس کی تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں سے دنیا کی اقوام بلا امتیاز رنگ، بلا امتیاز نسل اور قطع نظر اُن امتیازات کے جو ایک کو دوسرے

سے علیحدہ کر دیتے ہیں تمام اقوامِ عالم اس گھر سے دنیوی فوائد بھی حاصل کریں گی اور دینی فوائد بھی حاصل کریں گی۔ یہ پہلی غرض ہے اس گھر کی ازسرِ نو تعمیر سے۔ دوسری غرض بیت اللہ کی تعمیر سے یہ ہے کہ ہم اپنے اس گھر کو (بیت اللہ کو) مُبَارَكًا بنانا چاہتے ہیں اور مُبٰرَكًا اُس مقام کو کہتے ہیں جو نشیب میں ہو اور اگر بارش ہو تو چاروں طرف کا پانی وہاں آکر جمع ہو جائے۔ چونکہ یہاں بارش کے موضوع پر اللہ تعالیٰ بات نہیں کر رہا، بلکہ انسان کی دینی اور دنیوی ترقیات اور بہبود کے متعلق بات ہو رہی ہے اس لیے یہاں مُبَارَكًا کے معنے دو ہیں۔ ایک یہ کہ تمام اقوامِ عالم کے نمائندے اس گھر میں جمع ہوتے رہیں گے اور دوسرے یہ کہ ہم نے بیت اللہ کو اس لیے تعمیر کروایا اور اسے معمور رکھنے (آباد رکھنے) کا فیصلہ کیا ہے کہ یہاں ایک ایسی شریعت قائم کی جائے گی، یہاں ایک ایسا آخری شریعت والا نبی مبعوث کیا جائے گا کہ جس کی شریعت میں تمام ہدایتیں اور روحانی صداقتیں جو مختلف اقوام کی شریعتوں میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں پھر اکٹھی کر دی جائیں گی اور کوئی ایسی صداقت نہ ہو گی جو اس شریعت سے باہر رہ گئی ہو۔

پس فرمایا کہ روحانی لحاظ سے ہم اس "بیت اللہ" کو مُبَارَكًا بنانا چاہتے ہیں اور ہماری یہ غرض ہے کہ یہ مولد ہو گا ایک ایسی شریعت کا کہ تمام انبیاء کی شریعتوں میں جو ہدایتیں متفرق طور پر پائی جاتی ہوں گی، وہ اس میں اکٹھی کر دی جائیں گی اور اس کے ساتھ برکت بھی ہو گی یعنی وہ تمام چیزیں جو پہلوں کے لیے ضروری نہیں تھیں اور وہ انھیں برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ صداقتیں بھی اس میں بیان ہوں گی اور ایک کامل اور مکمّل شریعت ہو گی جو تمام اقوام کے فائدہ کے لیے قائم کی جائے گی اور یہ گھر جو ہے اور یہ بیت اللہ، اس کامل اور مکمّل اور ابدی شریعت کے لیے اُمّ القُریٰ ٹھہرے گا۔

تیسری غرض بیت اللہ کے قیام کی هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ میں بیان کی گئی ہے۔ آپ اس بات کو مدّنظر رکھیں کہ ان آیات کے شروع میں بیان کیا گیا تھا وُضِعَ لِلنَّاسِ کہ تمام دنیا، تمام اقوام اور تمام زمانوں کے لیے ہم اس گھر کو بنا رہے ہیں تمام اقوام کے ساتھ اس کا جو تعلّق ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بار بار دہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیسری غرض اس گھر کی تعمیر سے یہ ہے کہ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام جہانوں کے لیے ہدایت کا موجب یہ بنے۔ لفظ هُدًى کے معنوں میں بھی عالمین کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کیونکہ عقل اور فراست اور علم اور معارف جو مشترک طور پر سارے انسانوں کا حصّہ ہیں ان کو ہدایت کہتے ہیں۔ اس کے بغیر آگے روحانی علوم چل ہی نہیں سکتے، کیونکہ جس میں مثلاً عقل نہ ہو وہ پاگل ہو گا

اس کو مرفوع القلم کہتے ہیں یعنی اب اُس کے اوپر شریعت کا حکم نہیں رہا، غرض عقل بنیاد ہے شریعت کی اور اُن معانی کی جو اس لفظِ ہدایت کے اندر پائے جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہم اس گھر کے ذریعہ سے یہ ثابت کریں گے کہ تمام اقوام عالم عقل کے لحاظ سے اور فراست کے لحاظ سے اور معارف کے لحاظ سے اور علوم کے لحاظ سے ایک جیسی قابلیت رکھتی ہیں کسی قوم کو اس لحاظ سے کسی دوسری قوم پر برتری نہیں ہے۔

اِس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حقیقتہً ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ کا جلوہ دنیا پر ظاہر ہوگا، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس وقت بعض قومیں دنیا میں ایسی بھی پیدا ہو جائیں گی جو یہ کہنے لگیں گی کہ ہم زیادہ عقل مند ہیں ہمارے اندر زیادہ فراست اور علوم حاصل کرنے کی زیادہ قابلیت ہے اور بعض قومیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اس غرض سے ہے کہ وہ ہماری محکوم رہیں۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اس گھر کے ذریعہ سے ہم ثابت کریں گے کہ اپنی عقل اور فراست اور بنیادی علوم کے لحاظ سے قوم قوم میں تمیز نہیں کی جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوعِ انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لیے جس عقل کی، جس فراست کی، جن معارف کی اور جن علوم کی ضرورت تھی، وہ سب اقوام کو برابر دیئے ہیں یعنی اُن کے اندر برابر کی استعدادیں ہیں۔ فرد فرد کی استعداد میں تو فرق ہو سکتا ہے، لیکن کسی ایک قوم کو دُوسری قوم پر برتری حاصل نہیں۔

دوسرے معنی هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بیت اللہ کے مقام سے قرآن کریم کا نزول شروع کرے گا۔ کیونکہ مفرداتِ راغب میں ہے کہ هِدَايَة کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ آسمانی ہدایت کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ اور پھر قرآن کریم کے نزول کے ساتھ بنی نوعِ انسان کو بلایا ہو کہ ادھر آؤ یہ ہدایت کے راستے ہیں، ان پر چلو تب تم مجھ تک پہنچ سکتے ہو۔ تو ہدایت کے معنی میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلے تمام انبیاء ایک سے شریک ہیں لیکن هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ کے معنی حقیقی طور پر سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی پر چسپاں نہیں ہوتے کیونکہ باقی تمام انبیاء اپنے زمانوں اور اپنی اقوام کی طرف مبعوث کیے گئے تھے۔ پس یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بیت اللہ قرآن کریم کے نزول کی جگہ ہے یہاں سے قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوگا۔ اس غرض سے ہم اس کی حفاظت

کر رہے ہیں اور اس کی تطہیر وغیرہ کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بیت اللہ ایک ایسا مقام ہے کہ یہاں اس شریعت کی ابتدا ہو گی جو انسان پر غیر متناہی ترقیات کے دروازے کھولے گی، کیونکہ ہدایت کے تیسرے معنی امام راغبؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک شخص جب ہدایت کی راہوں پر چل کر بعض اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو مزید ہدایت کی توفیق عطا کرتا ہے، تو ہر عمل صالح کے نتیجہ میں بہتر اور جو اللہ تعالیٰ کو نسبتاً زیادہ محبوب عمل صالح ہے اس کی توفیق اس کو مل جاتی ہے یعنی تدریجی طور پر انسان کو روحانی ترقیات کے مدارج پر چڑھاتی چلی جائے گی اور اس اُمّت پر اس کے ذریعہ سے غیر متناہی ترقیات کے دروازے کھولے جائیں گے اور پھر یہ فرمایا کہ بیت اللہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ سے (اپنے چوتھے معنی کے لحاظ سے) ایک ایسی اُمّتِ مُسلمہ پیدا کی جائے گی جس کو اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ملیں گے جو اُن سے پہلے کسی اُمّت کو نہیں ملے اور قیامت تک بنی نوعِ انسان کو اس قسم کے کامل اور اکمل اور مکمّل ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمتیں ملتی چلی جائیں گی کیونکہ ہدایت کے چوتھے معنی امام راغبؒ نے یہ لکھے ہیں: اَلْهِدَايَةُ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَى الْجَنَّةِ۔ چونکہ اُن کے نزدیک صرف آخرت میں ہی جنّت ملتی ہے اس لیے انھوں نے "فِي الْاٰخِرَةِ" کے الفاظ (میرے نزدیک) اپنے اس عقیدے کی وجہ سے زائد کر دیئے۔ ورنہ لغوی لحاظ سے اس کے یہی معنی ہیں: اَلْهِدَايَةُ اِلَى الْجَنَّةِ یعنی جس غرض کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے، وہ غرض اُسے حاصل ہو جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ یہ جنّت صرف اُخروی زندگی میں ہی نہیں بلکہ اس دنیوی زندگی میں بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا تھا کہ بیت اللہ کو ہم اس لیے کھڑا کر رہے ہیں اور اس کی حفاظت کے ہم اس لیے سامان پیدا کر رہے ہیں کہ یہاں ایک ایسی اُمّت جنم لے گی کہ جو ثواب اور جزا ان کو ملے گی اور خدا تعالیٰ کی رضا کی جو جنّت ان کے نصیب میں ہو گی وہ پہلی قوموں کے نصیب میں نہیں ہوئی ہو گی، یعنی بہترین نتیجہ جو انسانی صالح عمل کا نکل سکتا ہے وہ اس امت کے اعمال کا نکلے گا کیونکہ جو شریعت اُن کو دی گئی ہے وہ ہر لحاظ سے کامل اور مکمّل ہے۔ پہلوں کی شریعتیں چونکہ نسبتی طور پر ناقص تھیں اگر ان پر پورے طور پر عمل بھی کیا جاتا تو ان کا نتیجہ عقلاً بھی وہ نہیں نکل سکتا تھا جو نتیجہ اس عمل کا

نکل سکتا ہے جو ایسی شریعت کے مطابق ہو جو پُورے طور پر کامل ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ اس گھر سے جس عالمگیر شریعت کا چشمہ پھُوٹے گا اُس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اَلْجَنَّۃُ ایک کامل جنّت انسان کو ملے گی اس دنیا میں بھی، اور اُخروی دنیا میں بھی۔ پس تیسری غرض (جو آگے بعض ذیلی اغراض میں تقسیم ہو جاتی ہے) بیت اللہ کے قیام کی ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے۔

چوتھا مقصد اس گھر کی تعمیر کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم خاص قسم کی آیات بیّنات کا وعدہ انسان کو دیتا ہے یا ان کے متعلق پیشگوئیاں بیان کرتا ہے، تو یہاں میرے نزدیک آیات بیّنات کے عام معنی نہیں ہیں بلکہ یہاں وہ آیات بیّنات مراد ہیں جو اس پہلے گھر سے تعلق رکھتی ہیں، جو وُضِعَ لِلنَّاسِ ہے۔ جو مُبَارَکًا ہے، اور جو ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہے۔ اس مفہوم کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ اور اس کے معنی یہاں یہ ہیں کہ اس گھر سے تعلّق رکھنے والی ایسی آیات اور بیّنات ہوں گی اور یہ گھر ایسے نشانات اور تائیدات سماوی کا منبع بنے گا جو ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں گی۔ جو آیات اور بیّنات پہلے انبیاء یا اُن کی قوموں کو دی گئیں وہ اپنے اپنے وقت پر ختم ہو گئیں اور پہلی اُمتوں میں سے ہر ایک نے کوئی نہ کوئی منطقی اور غیر تسلی بخش دلیل ڈھونڈ کر یہ دعویٰ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلّق قائم نہیں ہو سکتا کہ انسان اُس کے قُرب کو، اُس کی وحی کو، سچّے رؤیا اور کشوف کو اور آیندہ کے متعلّق پیشگوئیوں کو حاصل کر سکے تو قُرب کے اِن دروازوں کو پہلی ہر اُمّت نے اپنے پر بند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک ایسی اُمّتِ مُسلمہ کا قیام بیت اللہ کی تعمیر سے مدِّنظر ہے کہ قیامت تک اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے نشانات ظاہر ہوتے رہیں گے اور اپنے نشانات اور استجابتِ دُعا اور قربانیوں کا دنیا میں پھل پانے کے نتیجہ میں وہ اُمّت دنیا پر یہ ثابت کرتی رہے گی کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ایک زندہ خدا ہے۔ ایک طاقتور خدا ہے۔ وہ بڑا رحم کرنے والا اور پیار کرنے والا خدا ہے۔ وہ ایسے بندوں کو جو اس کے سامنے جھکتے ہیں ضائع نہیں کرتا بلکہ اُن سے تعلّق کو وہ قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی عزّت کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے اور دنیا کو یہ بتانے کے لیے کہ یہ میرے محبوب بندے ہیں وہ ان پر وحی کرتا ہے۔ کشوف و رُؤیا انھیں دکھاتا ہے۔ وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے

اور ایسے بندے اِس اُمّت میں پیدا ہوتے رہیں گے، جو قیامت تک یہ ثابت کرتے رہیں گے کہ ہمارا خدا زندہ خدا ہے اور اس سے تعلق رکھنے والے آیات بیّنات کو حاصل کرتے ہیں۔

پانچویں غرض جس کا تعلّق بیت اللہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے کہ یہ مقامِ ابراہیم ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ دیکھو ہمارے بندے ابراہیم (علیہ السّلام) نے اور بہتوں نے اس کی نسل میں سے اِنقطاعِ نفس کر کے اور تعشّق باللہ اور محبّت الٰہی میں غرق ہو کر سچّے عاشق اور مُحبّ کی طرح اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا نعرہ لگایا اور دنیا کے لیے ایک نمونہ بنایا۔ ہم نے اس بیت اللہ کی آبادی کا اس لیے انتظام کیا ہے کہ اس کے ذریعہ عشّاقِ الٰہی کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جاتی رہے جو تمام حجابوں کو دُور کر کے اور دنیا کے تمام علائق سے مُنہ موڑ کر خدا تعالیٰ کے لیے اپنی مرضات سے ننگے ہو کر اور تمام خواہشات کو قربان کر کے فنا فی اللہ کے مقام کو حاصل کرنے والے ہوں اور اس عبادت کو احسن طریق پر اور کامل طور پر ادا کرنے والے ہوں جس کا تعلّق محبّت اور ایثار سے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ عبادت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو تذلّل اور انکسار کی بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے اور ایک وہ عبادت ہے جو محبّت اور ایثار کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ہماری نماز جو ہے یہ اس قسم کی عبادت ہے جو تذلّل اور انکسار کے مقام پر کھڑی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ نماز دعا ہے اور دعا کے لیے انتہائی تذلّل اور انکسار کو اختیار کرنا ضروری ہے جس شخص کے دماغ میں اپنے ربّ کے مقابلہ میں ایک ذرّہ بھی تکبّر ہو اس کی دعا کبھی قبول نہیں ہو سکتی۔ پس ہماری نمازیں صرف اس صورت میں عبادت بنتی ہیں کہ جب وہ حقیقتاً تذلّل اور انکسار کے مقام پر کھڑی ہوں۔ اس کے مقابلہ میں دوسری عبادت وہ ہے جو محبّت اور ایثار کی بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ عبادت جس کا تعلّق تعمیرِ کعبہ سے ہے جس کا تعلّق حفاظتِ کعبہ سے ہے اور جس کا تعلّق بیت اللہ کے لیے خود کو اور اپنی اولاد کو وقف کر دینے کے ساتھ ہے اور اس کے لیے دعائیں کرنے کا تعلّق ہے یہ محبّت والی عبادت ہے اور خدا تعالیٰ کی محبّت اور خدا تعالیٰ کے عشق کا جو مظاہرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا وہ عدیم المثال تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مقامِ ابراہیم ہے اس مقام سے ہم ایک ایسی اُمّت پیدا کریں گے جو

لاکھوں کی تعداد میں ہوگی اور ہر زمانہ میں پائی جائے گی اور اس اُمّت کی قربانی کا اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اس قربانی کے ساتھ مقابلہ کروگے تو اس کو ان سے کم نہیں پاؤ گے۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قوّت قدسیہ کے نتیجہ میں اس قوم نے پیدا ہونا تھا لیکن اس قوّت قدسیہ کے جو اثرات ہیں ان کو دنیا میں مُوثّر طریق پر پھیلانے کے لیے قریباً اڑھائی ہزار سال پہلے خانۂ کعبہ کی بنیاد از سرِ نو رکھی گئی تھی۔ تو یہاں یہ فرمایا کہ ظاہری شکل حجّ کے ارکان کی، اس عبادت کی خود ہی ایسی ہے جس کا تعلّق محبّت سے ہے۔ مثلاً طواف کرنا ہے۔ اب تخیّل قریباً ساری اقوام میں پایا جاتا ہے کہ جب کسی کے لیے جان کی قربانی دینا ہو تو اس کے گرد گھومتے ہیں۔ ہمارے بعض بادشاہوں کے متعلق بھی آتا ہے کہ اُن میں سے کسی کا بچّہ بیمار تھا۔ اس نے اس کا طواف کیا اور دُعا کی کہ میری زندگی اُس کو مل جائے۔ پس جان قربان کرنے کا جو تخیّل ہے وہ طواف کے ساتھ گہرا تعلّق رکھتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ یہاں سے ایک ایسی قوم پیدا کی جائے گی جو ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی رہے گی اور اس کے آستانہ کا بوسہ لیتی رہے گی۔ ایک طرف وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد کو تازہ رکھنے والی ہوگی اور دوسری طرف وہ محمّد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوّت قدسیہ کو نہایت شان کے ساتھ ظاہر کرنے والی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اِس قسم کی ایک قوم پیدا کردی صرف پہلے زمانہ میں ہی نہیں۔ صرف عرب میں بسنے والوں میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر خطّہ میں اور قیامت تک ہر زمانہ میں۔ جو ابراہیمی عشق اور جو ابراہیمی محبّت اپنے ربّ کے لیے رکھیں گے وہ اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانیاں دینے والے ہوں گے۔

(منقول از روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۶۷ء)